Dareecha-e-Tahqeeq

دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 2
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

زینب گل

ریسرچ سکالر، شعبۂ اردو زبان وادب، فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی، راولپنڈی

ڈاکٹر اقلیمہ ناز

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو زبان وادب، فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی، راولپنڈی

"جالب بیتی "از حبیب جالب اور "شہاب نامہ "از قدرت اللہ شہاب میں سیاسی و سماجی پہلوؤں کا تقابلی مطالعہ

Zainab Gul
Research Scholar, Urdu Zuban-O-Adab Department, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi
Dr.Aqlima Naz
Assistant Professor, Urdu Zuban-O-Adab Department, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi

Comparative Studies Of Political And Social Aspects In Autobiographies Of “Shahab Nama” By Qudrat Ullah Shahab And “Jalib Beeti” By Habib Jalib

qudrat Ullah Shahab and Habib Jalib are two famous Urdu writers. They have their autobiographies namely “Shahab nama” and “Jalib Beeti”. In both autobiographies, the political and social circumstances and events has been discussed. The positive and negative aspects regarding political situation has also been focused. The topic of this research is the comparative studies of political and social aspects in autobiographies of “Shahab nama” by Qudrat Ullah Shahab and “Jalib Beeti” by Habib Jalib.

Keywords: Habib Jalib, Qudrat Ullah Shahab, autobiography, political, social

کلیدی الفاظ: حبیب جالب، قدرت اللہ شہاب، آپ بیتی، سیاسی، سماجی

"شہاب نامہ "از قدرت اللہ شہاب اور " جالب بیتی "از حبیب جالب ملکی سیاسی منظر نامے کی تاریخ بیان کرنے والی دو اہم دستاویزات ہیں۔ ان دونوں دستاویزات میں سیاسی و سماجی پہلو اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہیں۔ قدرت اللہ شہاب اور حبیب جالب میں ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے کہ شہاب کا تعلق بیورو کریسی سے تھا جبکہ حبیب جالب ایک عوامی شاعر کی حیثیت سے ابھرتے ہیں اور پھر عوام کے حقوق کے لیے ہی عملی سیاست میں اپنا قدم رکھتے ہیں۔ شہاب حکومتی نمائندہ جبکہ جالب عوامی نمائندہ بن کر ابھرتے ہیں۔

دونوں شخصیات نے پاکستان کی نام نہاد بیورو کریسی اور اس کے نتیجے میں لگنے والے مارشل لاؤں کی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے جو اپنے ذاتی مفادات کو پاکستان کے مفادات پر ترجیح دیا اور اسی بیورو کریسی اور مارشل لاء کے سیاسی اور سماجی سطح پر اثر انداز ہونے والے تمام پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔

کوئی بھی شاعر اپنے وطن، اپنی مٹی اور اپنے لوگوں اور ان کے سماجی حالات سے دور رہ کر کچھ بھی تخلیق نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے دور اور ماحول دونوں کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حبیب جالب بھی اپنے عہد کے عوامی شاعر بن کر ابھرتے ہیں تقریباً پچاس سالوں میں ہمارے ملک میں دیگر سیاسی اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ انتہائی غیر معمولی واقعات رونما ہوئے جن میں ایک جنرل ایوب خان کا مارشل لاء ہے جو ایک طویل مدت تک ہمارے سروں پر تلوار کی مانند لٹکتا رہا اور ساتھ ہی سماجی حوالے سے غربت اور انتشار کا سبب بنتا ہے اور یہ ایسا سیاہ دور تھا جو آمریت سے جمہوریت کی طرف گیا لیکن جمہوریت بھی اس عہد کی آمریت سے کم نہ تھی جبکہ دوسرا واقعہ مشرقی اور مغربی پاکستان کی تقسیم ہے جس کو تاریخ میں سقوط ڈھاکہ کے نام سے لکھا جاتا ہے۔

پاکستان کے ابتدائی سالوں میں آمریت کے طویل اور سیاہ دور نے نہ صرف سیاسی عمل کو روکے رکھا بلکہ آزادئ تحریر و تقریر پر بھی مکمل پابندی عائد تھی۔ بس انہی ادیبوں

اور شاعروں کو حکومت کی جانب سے لکھنے کی اجازت ہوتی جو ضمیر فروش حکومت کے حق میں لکھا کرتے تھے۔ اہلِ قلم اور صحافیوں کو جو حق کی راہ پر چلتے تھے ان کو مختلف طریقوں سے ٹارچر کیا جاتا اور سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ حبیب جالب اس کی بہترین مثال ہیں۔ اس عہدِ آمریت کے لمبے عرصے میں ملک کے دیگر طبقات کے ساتھ ساتھ شاعروں اور ادیبوں نے بھی بنیادی انسانی حقوق، جمہوریت اور آزادی اظہار کے حوالے سے بہت زیادہ لکھا حالانکہ یہ اس وقت کی بات ہے جب حکومت کے خلاف بولنا یا کچھ لکھنے کا مطلب اپنی جان سے ہاتھ دھونے کے برابر تھا لیکن اس کے باوجود ملک کے اکثر ادیبوں اور شعراء نے سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر کروڑوں لوگوں کے سیاسی وسماجی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے آمروں کی آمریت کے خلاف قلم اٹھایا۔ اس خوفناک اور کربناک عرصے نے ہر حساس اور ذی شعور کو ایک شدید کرب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ قدرت اللہ شہاب اور حبیب جالب جو اس ملک کے کروڑوں عوام کی سیاسی آزادی پر یقین رکھتے تھے وہ اس کرب والم کی ان طویل سیاہ راتوں کی تاریکیوں سے بھلا کیسے سمجھوتہ کر سکتے تھے۔

ہماری ملکی سیاست کا ایک سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ منتخب حکومت کا تختہ الٹ کر نہ صرف ملک کے آئین کو معطل کر دیا جاتا تھا بلکہ ایک منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی پر لٹکا کر ملک میں ایک ایسا بحران پیدا کر دیا گیا جس کی تلافی میں قوموں کو صدیاں لگ جاتی ہیں۔ یہی المیہ ہمیں "جالب بیتی" اور "شہاب نامہ" دونوں میں ہی نظر آتا ہے کہ کس طرح ہمارے ملک کے ساتھ کھیل کھیلا گیا۔ جمہوریت کے نام پر آمریت کا بیج بویا گیا جس کی فصل آج تک کاٹی جارہی ہے۔

اردو ادب میں آپ بیتی کی روایت کو دیکھا جائے تو قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی "شہاب نامہ" اور حبیب جالب کی آپ بیتی "جالب بیتی" خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان دونوں آپ بیتیوں میں بہت سے امور ایسے ہیں جو مشترک ہیں اور بہت سے امور ایسے بھی ہیں جن میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں ان دونوں آپ بیتیوں کا سیاسی وسماجی حوالے سے تقابلی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے ۔

الف۔ اشتراکات

"شہاب نامہ" اور "جالب بیتی" دونوں تصانیت میں پاکستان کے سیاسی وسماجی حالات وواقعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

دونوں آپ بیتیوں میں جنرل ایوب خان کے مارشل لاء کے خلاف چلنے والی تحریکوں اور عوام کے ردِ عمل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کیسے لوگ دورِ آمریت کے ہاتھوں تنگ ہو کر صدر ایوب خان کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے تھے اور عوامی دباؤ اور بگڑتے حالات کی وجہ سے ہی آخر کار ان کو استعفیٰ دے کر اقتدار چھوڑنا پڑا۔ شہاب لکھتے ہیں۔

"13 مارچ کو کراچی کا سٹاک ایکسچینج بھی بند ہو گیا۔ ڈھاکہ میں آدم جی جوٹ ملز اور پاکستان تمبا کو کمپنی پر مزدوروں نے اپنا قبضہ جمالیا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کا شہر شہر، گلی گلی، کوچہ کوچہ "ایوب کتا ہائے ہائے" "ایوب کتا مردہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے گونج رہا تھا۔" 1

جبکہ جالب جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت میں عوام کے غم وغصہ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

"ایوب خان کا عہد بڑی صعوبتوں کا عہد تھا لیکن عوام کے اندر بھی ایسا جوش وجذبہ اور غم وغصہ تھا جو میرے اس انداز زندگی کو پسند کر رہا تھا۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو اور حکومت کے دوسرے نشر واشاعت کے ادارے مجھ پر بند تھے لیکن عوام میں میرا شعر چلتا تھا اور مجھے محفلوں میں گھروں میں چھپ چھپ کر لوگ سنا کرتے تھے۔" 2

معاہدہ تاشقند کے خلاف پاکستان میں چلنے والی تحریک اور عوامی اضطراب کا ذکر دونوں میں موجود ہے۔ اس معاہدہ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو جو کہ جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت میں وزیر خارجہ تھے۔ انھوں نے اختلاف کی بنا پر استعفیٰ دے دیا اور عوام الناس کی ہمدردیاں حاصل کر کے خوب فائدہ اٹھایا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جمہوریت کے نام پر پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی۔ اس کا تذکرہ بھی دونوں آپ بیتی نگاروں نے اپنی داستان میں کیا ہے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں پاکستان اور بھارت دونوں کے درمیان مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے تھے مگر بیرونی طاقتوں نے اپنے مفاد کے لیے صدر ایوب خان پر دباؤ ڈالا تا کہ اسے مزید ملتوی نہ کیا جائے۔ ''جالب بیتی'' میں درج ہے۔

" بھٹو صاحب کا ایوب سے اختلاف ہو گیا تھا کیونکہ وہ تاشقند کے مسلے پر ایوب خان سے متفق نہ تھے۔ ظاہر ہے جہاں اتفاق ہی ہو گا تو پھر علیحدگی ناگزیر ہے۔" 3

1965ء کے صدارتی انتخابات کا پورا پسِ منظر اور اس میں ہونے والی بدترین دھاندلی اور پھر 1968ء میں جنرل ایوب خان نے اپنے سیاسی مخالفین کو پابند سلاسل کیا۔ ان تمام واقعات کا ذکر تفصیل سے دونوں شخصیات کے ہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ جب عوامی تحریکوں کے دباؤ کی بدولت صدر ایوب خان کو اقتدار چھوڑنا پڑا اور پھر اس اقتدار کو ایک جرنیل یحیٰی خان کے سپرد کرنا، بعد ازاں مشرقی اور مغربی پاکستان کو دو لخت میں تقسیم کرنے کی سازشوں کا بیان دونوں نے اپنی اپنی داستان میں ذکر کیا ہے۔

شہاب نے اپنی ملازمت امانت داری سے کی اور کبھی اپنی تنخواہ کے علاوہ حکومت سے مالی یا زرعی اراضی یا پلاٹ کی صورت میں کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ صدر ایوب خان کے دورِ حکومت میں ان کی طرف سے آٹھ مربع زمین کا انعام لینے سے بھی انکار کر دیا۔ شہاب لکھتے ہیں۔

"ملازمت کے دوران میں نے اپنا کام ایمانداری اور بے خوفی سے کیا۔ اس یاداش میں چار استعفٰے دینے کی نوبت آئی۔ چوتھی بار بعد از خرابی بسیار منظور تو ہو گیا لیکن میر پینشن اور پراویڈنٹ فنڈ غالباً سزا کے طور پر تین برس تک رکے رہے۔"4

اسی طرح حبیب جالب بھی انا پسند تھے۔ انھوں نے حالات کی تنگی کے باوجود کبھی انا کو چوٹ نہ پہنچنے دی۔ جب آغا شورش کاشمیری کے ذریعے بھٹو صاحب نے جالب کی مدد کرنی چاہی کہ جالب میرے برے وقت کا ساتھی ہے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ جالب کو اس بات کا معلوم ہوا تو انہوں نے مدد لینے سے بھی انکار کر دیا۔

قدرت اللہ شہاب اور حبیب جالب دونوں ہی تقسیم برصغیر کے حالات و واقعات کے چشم دید گواہ تھے۔ شہاب نے تقسیمِ ہند سے پہلے تحریک پاکستان کے تمام حالات و واقعات کو اپنی آپ بیتی کا حصہ بنایا اور مخالفین کے موقف کو واضح طور پر "شہاب نامہ" میں بیان کیا۔

"مطالبہ پاکستان کے متعلق گاندھی جی کا موقف یہ تھا کہ ہندوستان ایک اٹوٹ اور ناقابل تقسیم اکائی ہے۔ اس کو تقسیم کرنے کی کوشش گئو ماتا کا جسم کاٹنے کے مترادف ہے۔ جراحی کا یہ عمل بھارت ماتا پر کرنے سے پہلے ان کی اپنی لاش پر کرنا پڑے گا۔"5

جبکہ جالب نے تقسیمِ ہند سے پہلے حالات کا ذکر تو کیا ہے لیکن شہاب کی طرح زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ جالب نے تقسیم کے دوران ہندو مسلم منافرت اور اُس وقت پاکستان کے معصوم لوگوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو بیان کیا ہے کہ کس طرح ان لوگوں پر قیامتیں ٹوٹیں۔

جالب نے جاگیر دارانہ نظام سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس نظام کے سخت خلاف تھے۔ ان کے نزدیک یہ ایک ایسا نظام ہے جو عوام کے حقوق کو سلب کرتا ہے اور عوام کے لہو سے اپنا ہاتھ رنگتا ہے۔ جالب لکھتے ہیں۔

"کھیت وڈیروں سے لے لو

ملیں لٹیروں سے لے لو

ملک اندھیروں سے لے لو

رہے نہ کوئی عالی جاہ

پاکستان کا مطلب کیا

لاالٰہ الااللہ۔۔۔۔۔۔۔"6

شہاب بھی یہاں جالب سے متفق نظر آتے ہیں اور ان کی سوچ بھی اس جاگیر دارانہ نظام کو لے کر جالب سے مختلف نہیں۔ ان کے نزدیک بھی یہ نظام ایسا ہی ہے جو اپنے مفاد کی خاطر غریب اور مظلوم طبقے کا استحصال کرتا ہے۔

قدرت اللہ شہاب نے اپنے معاشرے کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ وہ مظلوم اور غریب طبقے کی خستہ حالی کی تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں کہ لوگ کس حد تک مجبور تھے اور حکمران طبقے کے لیے ان کی حیثیت کیڑے مکوڑوں سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ شہاب لکھتے ہیں۔

"ان سب کی نگاہوں سے اللہ کی وہ بے شمار مخلوق بالکل اوجھل تھی جو ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، سڑکوں پر، فٹ پاتھوں پر، گلیوں میں، کوچوں میں، میدانوں میں بھوکے پیاسے مکوڑوں کی طرح سسک سسک کر رینگ رہی تھی۔"7

اسی طرح جالب بھی اسی انداز میں اپنے سماج کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ جالب نے کبھی حقیقت کے برعکس، اپنے معاشرے کی گھناؤنی تصویر پیش کر کے حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے سماج کی حقیقی عکاسی کر کے حکمرانوں اور آمریت پسندوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ مارا۔ جنرل ایوب خان کی آمریت میں غربت و افلاس جنم لے رہی تھی۔ ملک بدترین حالات سے گزر رہا تھا، ایسے حالات میں جالب نے حکومت کے خلاف نعرہ لگایا اور عوام کے حق کے لیے آواز بلند کی۔ اس حوالے سے توقیر چغتائی لکھتے ہیں۔

"پاکستانی شاعر حبیب جالب کچلے ہوئے لوگوں معصوموں اور محروموں کی آواز ہے۔ اس نے اپنے دیس کی ہر سرکار کے خلاف اپنے جذبات اور لوگوں کے حق کے لیے نعرہ لگایا۔"8

حبیب جالب، غریب اور مظلوم طبقے کی لاچاری کا سبب بھی شہاب کی طرح حکمران طبقے کو ٹھہراتے ہیں جو اس طبقے پر مسلط تھے اور اپنے مفادات کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔ وہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یہ آوارہ گرد فٹ پاتھوں، سیور یج پائپوں، گٹروں، کھولیوں اور چالوں (نشیبی علاقوں کی بستیاں) میں بسنے والے انسانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے ہوئے دیکھتا ہے ،ان کے درمیان جاکر زندگی گزارتا ہے اور پھر حیرت سے ان محلوں، چوباروں اور عالی شان بنگلوں کے خوش حال انسانوں کی پر آسائش زندگی کو بھی دیکھتا ہے۔اس کے نزدیک یہ تضاد نا قابلِ فہم ہونے کے ساتھ ساتھ نا قابلِ قبول ہے۔"9

حبیب جالب ہوں یا قدرت اللہ شہاب دونوں ہی بیوروکریسی کے خلاف نظر آتے ہیں۔ان کے خیال میں پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان بیوروکریسی نے پہنچایا اور بیوروکریسی مسلط کرنے میں نمایاں کردار بیوروکریٹ ملک غلام محمد کا ہے پاکستان میں جمہوریت کی تباہی کا آغاز یہیں سے ہوا ہے۔جالب لکھتے ہیں۔

"ایوب خان نے پاکستان کو توڑنے کی شروعات کی تھیں۔اگرچہ یہ بنیاد اس وقت پڑ گئی تھی جب قائدِ اعظم نے آنکھیں بند کیں اور ایک بیوروکریٹ غلام محمد کو ان کے " قائم مقام "ہونے کے تمام اختیارات منتقل ہو گئے تھے۔اسی کے باعث جمہوریت کے امکانات ختم ہو گئے اور یہاں بیوروکریسی مسلط ہو گئی۔آگے چل کر اسی کی خوفناک شکل ایوب خان تھا۔"10

اسی طرح قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں۔

"گورنر جنرل کی حیثیت سے مسٹر غلام محمد کا دور پاکستان کے لیے بدشگونی کا زمانہ تھا۔جمہوری روایات او راقدار کی بے دریغ پامالی کا سلسلہ ان کے ہاتھوں شروع ہوا۔اسی کے ساتھ نظامِ سلطنت میں "قانونِ ضرورت "کے عمل دخل کی ابتدا ہوئی۔"11

پاکستان میں بیوروکریسی کے نظام کی ترویج میں بڑا ہاتھ نواب آف کالا باغ کا ہے جس کی شہادت دونوں آپ بیتیوں میں ملتی ہے۔انھوں نے اس نظام کو قائم کرنے اور جمہوریت کی پامالی میں ہر حد پار کی اور بیوروکریسی کے اس کھوکھلے نظام کو پروان چڑھایا۔ نظامِ حکومت میں کیے گئے بہت سے غلط فیصلوں میں نواب آف کالا باغ کا نام سرِ فہرست ہے۔اس بات کی تائید "شہاب نامہ "میں یوں ملتی ہے۔

"نواب کالا باغ اور بیوروکریسی کے کل پرزوں نے صدر ایوب خان کو بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حکومت کی سرپرستی کا فائدہ اٹھا کر گلڈ کے زیرِ سایہ بہت سی خطرناک اور ناپسندیدہ شخصیات کی پرورش ہو رہی ہے۔"12

دونوں آپ بیتیوں میں امریکی سامراج کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا گیا ہے کیونکہ یہاں بیوروکریسی امریکی دباؤ کے ذریعے ہی پروان چڑھ رہی تھی جو پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کا کام کر رہی تھیں اور یہ کسی صورت پاکستان کے مفاد میں بہتر نہیں۔دونوں شخصیات اس بات کا اعتراف کرتی ہیں۔جالب لکھتے ہیں۔

"امریکہ ہی ہمارا سرپرست ہے۔امریکہ ہی ہمیں تنخواہ دیتا ہے اور امریکہ ہی کی امداد کے سہارے یہاں بیروکریسی اور آمریت چل رہی اور ہم پر مسلط رہی ہے۔"13

دونوں آپ بیتی نگار "ایبڈو" جیسے سیاہ قانون، جو کہ صدر ایوب خان نے نافذ کیا تھا، کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔اسی "ایبڈو" کے ذریعے صدر ایوب خان نے مضبوطی حاصل کی اور اپنی حیثیت کو یقینی بنانے کے لیے ہزاروں سیاست دانوں کو سیاست سے نکال باہر کیا۔شہاب لکھتے ہیں۔

"صدر ایوب کا مقصد صرف سیاسی عہدیداروں کی بیخ کنی ہی نہ تھا بلکہ سیاست کے میدان میں سرگرمِ عمل تمام عناصر کو کانٹے کی طرح نکال کر باہر پھینک دینا چاہتے تھے ۔چنانچہ انہوں نے بہت جلد ایک دوسرا قانون بھی نافذ کر دیا جیسے "ایبڈو" کے مخفف نام سے شہرت عام نصیب ہوئی۔"14

قدرت اللہ شہاب اور حبیب جالب دونوں نے سماجی اقدار، مٹتی ہوئی قدروں کی پامالی، عام فرد کو درپیش مسائل کو بیان کیا ہے اور ان مسائل کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔ ان دونوں کے ہاں انسان کا تصور مشترک نوعیت کا حامل ہے کیونکہ دونوں ہی انسانی مسائل سے متعلق گہرا شعور رکھتے ہیں۔

دونوں آپ بیتی نگاروں کے ہاں اشتراقی اور اختلافی نکات کے باوجود دونوں نے ہی عام انسان کی زندگی میں آسانیاں لانے اور انہیں بہتر زندگی فراہم کرنے کے لیے جدوجہد کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اختلافات کی بالعموم بڑی وجوہات بھی چھوٹی محسوس ہوتی ہیں۔دونوں کی منزل ایک یعنی پاکستان کی ترقی، استحصال کا خاتمہ، جمہوریت کا قیام اور لوگوں کی خوشحالی کا خواب مگر دونوں کا معاشرے کی بہتری کے لیے اور ان کے حق کے لیے کھڑے ہونے کے طریقہ کار میں واضح فرق ہے۔

دونوں آپ بیتی نگاروں نے اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کو الفاظ کی صورت دے کر اسے عوام الناس تک پہنچانے کے لیے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی اور دونوں شخصیات نے اپنے خاندانی پسِ منظر اور طبیعت کے مطابق الفاظ اور واقعات کے چناؤ میں حکمت سے کام لیا۔دونوں کا اندازِ بیان مختلف مگر مقصد ایک ہی ہے۔قدرت اللہ شہاب اور حبیب جالب دونوں سیاست کے پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے عوامی خدمت اور عوام کے مسائل کے بہتر حل کی کاوش کے لیے تجاویز دیتے نظر آتے ہیں۔

حبیب جالب اور قدرت اللہ شہاب نے قیامِ پاکستان سے لے کر جنرل ایوب خان کے زوال تک اپنے اپنے طریقے سے سیاسی وسماجی منظر نامے کی اس طرح مکمل تصویر پیش کی ہے کہ بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرت اللہ شہاب کو سماج میں مختلف لوگوں سے میل ملاپ کی وجہ سے انسانی نفسیات پر اس قدر عبور حاصل ہو گیا تھا کہ

وہ کسی بھی انسان کی ذہنی سطح تک بآسانی پہنچ سکتے تھے۔اسی طرح جالب بھی عوام کے مسائل کو سلجھاتے سلجھاتے عوام کے ذہنوں میں جھانکنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے نظر آتے ہیں۔

دونوں آپ بیتیوں میں سماجی شعور اپنی پوری آب وتاب سے جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔"شہاب نامہ" میں سماجی شعور کی عکاسی زیادہ بہتر طریقے سے کی گئی ہے جبکہ جالب کے ہاں بھی سماجی شعور اور تاریخی فہم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔شہاب کشمیری مسلمانوں کی مشکلات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔

"سڑک پر تاحدِ نظر تتر بتر انسانوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔ میلے میلے، بھورے بھورے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس خمیدہ کمر لوگ دو دو تین تین من وزن پیٹھ پر اٹھائے رینگ رینگ کر چڑھائی چڑھ رہے تھے جیسے دیوار پر چیونٹیوں کی بے ترتیب قطاریں چل رہی ہوں۔"15

آپ بیتی کے فن اور اسلوب کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے "شہاب نامہ "اور" جالب بیتی" کے فن اور اسلوب کا تقابل کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں شخصیات نے آپ بیتی کے فنی اور اسلوبی تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور دونوں آپ بیتی نگاروں کی پاکستانی سیاست پر گہری نظر تھی جس کی وجہ سے ان دونوں آپ بیتیوں میں سیاسی عناصر کا عمل دخل زیادہ نظر آتا ہے۔

"شہاب نامہ" میں نجی، جذباتی، رومانی، قلبی، روحانی، خاندانی، معاشرتی، سیاسی، تاریخی، دفتری، قومی، ملکی، بین الاقوامی، ذہنی، علمی ادبی اور نظریاتی تقریباً ہر قسم کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر شہاب نے معمولی بیروں، ملازموں اور موچیوں سے لے کر مشاہیر عالم اور ساتھ ہی مملکتوں کے سربراہان تک کا ذکر پیش کیا ہے، تاہم یہ قدرت اللہ شہاب کے منفرد طرز تحریر اور دلنشیں اسلوب بیان کا معرکہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے واقعہ اور معمولی سے معمولی سطح کے افراد بھی قاری کے دل ودماغ میں گھر کر جاتے ہیں۔اس سے بڑھ کر شہاب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ایسی صورتیں صفحہ قرطاس پر کچھ منعکس کر دیں ہیں کہ آنے والے زمانے میں اس سے بہت کچھ اخذ کرنے کی گنجائش رہے گی۔ مختار زمن "شہاب نامہ" کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"شہاب نامہ" بڑی دل چسپ کتاب ہے جو شہاب صاحب کی زندگی کی طرح بڑی متنوع، بڑی بھرپور، بڑی حیرت افروز اور بعض مقامات پر بڑی بحث طلب ہے۔ گو یہ ایک سوانح تصنیف ہے۔ لیکن افسانہ نگار مصنف کی طرح افسانے کی طرح دل چسپ ہے۔"16

دونوں شخصیات نے اپنی اپنی آپ بیتی میں آمریت پسند حکومت کی طرف سے سٹوڈنٹس پر ہونے والے ظلم وتشدد کو بیان کیا ہے کہ کیسے یونیورسٹی کے طلباء کو اپنے حق کے لیے بولنے تک کی اجازت نہ ہوتی تھی اگر کوئی سٹوڈنٹ اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنے کی کوشش کرتا تو اس ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے جاتے تھے۔ جالب لکھتے ہیں۔

"فضاء میں اپنا لہو جس نے بھی اچھال دیا
ستم گروں نے اسے شہر سے نکال دیا
یہی تو ہم سے رفیقانِ شب کو شکوہ ہے
کہ ہم نے صبح کے رستے پہ خود کو ڈال دیا"17

طلباء کو سزا کے طور پر شہر بدر کر دیا جاتا تھا۔ جیل میں بند کر کے مارا پیٹا جاتا تھا جبکہ بالکل انھی خیالات کا اظہار قدرت اللہ شہاب بھی کرتے ہیں کہ دورِ حکومت فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان کا ہو یا پھر جنرل محمد ضیاء الحق کا مگر سٹوڈنٹ یونین کا مسئلہ ہر زمانے میں جوں کا توں ہی رہا۔کسی نے بھی ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ ہمیشہ ان کی آواز کو دبانے کے لیے نئے نئے حربے استعمال کیے گئے۔ قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں۔

"ہر زمانے کی حکومت دھن، دھونس یا دھاندلی سے طالب علموں کو اپنے حق میں گانٹھنا کارِ ثواب سمجھتی رہتی تھی۔ ردِ عمل کے طور پر اگر مخالف سیاسی عناصر طلبا کی صفوں میں گھس کر انہیں حکومت کے خلاف اکسائیں تو اسے تخریب کاری کا نام دیا جاتا ہے۔"18

دونوں شخصیات کے ہاں سماج کے نچلے طبقے یعنی غریب کو موضوع بنایا گیا ہے کہ کس طرح غریب عوام سسک سسک کر بھوک کی وجہ سے مرتی ہے صرف اور صرف حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے۔ لیکن بے حس حکمرانوں کو ان لوگوں کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی یہ اپنی نااہلی پر کبھی شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ان حکمرانوں کا اس طبقے سے اگر کوئی سروکار ہے تو صرف اتنا کہ الیکشن میں جھوٹ کے بل بوتے پر ان مجبور اور خستہ حال لوگوں کو بیوقوف بنا کر، ان سے ووٹ ہتھیانا اور اس کے بعد ان کی طرف مڑ کر نہ دیکھنا کہ یہ لوگ کس بیچارگی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ شہاب لکھتے ہیں۔

"بنی نوع انسان نے موت کا ذائقہ جن جن طریقوں سے چکھا ہے، ان میں بھوک کی موت سب سے زیادہ پُر عذاب، کربناک اور ازیت دہ ہے۔اس میں طائرِ روح ایک جست میں قفسِ عنصری سے پرواز نہیں کرتا بلکہ زندگی کا جوہر رگ رگ اور نس نس سے کشید ہو کر بدن کے پور پور، مسام مسام، روئیں روئیں سے قطرہ قطرہ دنوں اور ہفتوں ٹپکتا رہتا ہے۔"19

دونوں آپ بیتی نگاروں کے نزدیک قصور ان غریب لوگوں کی خستہ حالی کا نہیں بلکہ ان حکمرانوں کا ہے جو ان کے حقوق پورے نہیں کرتے بلکہ ان کے حق پر ڈاکا ڈال کر خود سکون کی زندگی گزارتے ہیں اور ان لوگوں کو بدترین زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

"شہاب نامہ" میں بعض مقامات پر قدرت اللہ شہاب ادبی پیرائے میں بعض پاکستانی حاکمین پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسے قدرت اللہ شہاب، گورنر جنرل ملک غلام محمد کے مزاج پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ان کے مزاج کی گرمی اور سختی میں آمد کم ہوتی تھی اور آورد زیادہ۔ وہ دوسروں پر رعب گانٹھنے کے لیے، یا محض تفننِ طبع کے طور پر گیدڑ بھبکیوں سے کام لینا شروع کرتے تھے۔ آواز بلند کر کے اپنے اوپر بناوٹی غصہ طاری کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔"20

جبکہ جالب بھی اپنی آپ بیتی میں شاعری کے ذریعے آمریت پسند حکمرانوں پر اکثر مقامات پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب جنرل یحییٰ خان کے دورِ آمریت کا آغاز ہوا تو ملک بدترین حالات کا شکار تھا اور جنرل یحییٰ خان پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک بن کر اقتدار پر قابض ہو گئے تھے۔ ان حالات میں جالب، جنرل یحییٰ خان پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تم سے پہلے وہ اک شخص یہاں تخت نشیں تھا\
اس کو بھی اپنے خدا ہونے پہ اتنا ہی یقیں تھا\
کوئی ٹھہرا ہو جو لوگوں کے مقابل تو بتاؤ\
وہ کہاں ہیں کہ جنہیں ناز بہت اپنے تئیں تھا "21

قدرت اللہ شہاب "شہاب نامہ" میں سیاسی و سماجی حوالے سے جو واقعہ بیان کرتے ہیں، اس کی منظر کشی اس طرح کرتے ہیں کہ پورا واقعہ قاری کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔ جیسے قدرت اللہ شہاب قحطِ بنگال اور تملوک سائیکلوں سے متاثر ہونے والے غریب اور مجبور لوگوں کے حالات کی منظر کشی کرتے ہیں۔

"راحیل خونڈکر جھونپڑی کے دروازے میں بے حس و حرکت پڑا تھا۔ وہ ابھی مرا نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو موم بتی کے پگھلتے ہوئے قطروں کی طرح لٹکے ہوئے تھے، اور ایک گیدڑ اس کے پاؤں کی ایڑی میں دانت گاڑے کچر کچر مُنہ مار رہا تھا۔ راحیل کی ٹانگوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ گیدڑ کے مُنہ سے اپنا پاؤں کھینچ لے۔"22

جبکہ جالب کے ہاں بھی ہمیں سیاسی و سماجی ماحول و منظر کی منظر کشی دکھائی دیتی ہے۔ حبیب جالب کا تعلق معاشرے کے غریب طبقے سے تھا۔ انھوں نے اپنے بچپن میں جو غربت و افلاس کا سامنا کیا، اس کو اپنی آپ بیتی میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

"میرے شعور نے جب ذرا آنکھ کھولی تو میں نے ایک کچے گھر میں تھا۔ میرے ارد گرد غربت اور افلاس کی فضا تھی۔ وہ کچا مکان جو بارش میں اکثر ٹپکتا رہتا تھا۔ میری والدہ اس کی لیپا پوتی میں لگی رہتی تھیں۔ وہ مکان میری نانی کا تھا جو اس نے ہمیں دے رکھا تھا۔"23

ب۔اختلافات

قدرت اللہ شہاب نے اپنے عہد کے سماج کا پورا نقشہ اپنی آپ بیتی میں بیان کیا ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل صورت حال، مسلمان، ہندو، سکھ، اور دیگر عوام کے آپس میں تعلقات اور سماجی رشتے داریوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ شہاب کے ہاں پاکستان سے قبل سماج میں پروان چڑھنے والے مختلف رجحانات اور آزادی کی تحریکوں میں لوگوں کے جوش و خروش کے حوالے سے سیاسی نقطہ نظر کو بیان کیا ہے۔ انھوں نے سیاسی و سماجی منظر نامے کو بیان کرتے ہوئے اس وقت کے سماج میں پائی جانے والی مختلف اقوام اور ان کے مخصوص روّیوں کی عکاسی کی ہے جس کی مدد سے تقسیم سے قبل سیاسی و سماجی منظر نامے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے جبکہ حبیب جالب نے " "جالب بیتی"" میں اپنے بچپن اور خاندان کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن قیام پاکستان سے قبل آزادی کی تحریکوں میں لوگوں کے جوش و خروش کے حوالے سے سیاسی نقطہ نظر کو بالکل بیان نہیں کیا ہے۔

دونوں مصنفین کے ہاں رائٹرز گلڈ کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے شہاب کے نزدیک گلڈ کو حکومت کی جانب سے شدید مشکلات درپیش تھیں۔اِن کے نزدیک گلڈ کے متعلق غلط فہمیوں اور مخالفین کا یہ طوفان صرف سرکاری سطح تک محدود نہ تھا بلکہ اس قسم کا انداز فکر قومی صحافت کے ایک ذی اثر، بارسوخ اور مقتدر حلقے میں جاری وساری تھا۔شہاب لکھتے ہیں ۔

"نواب آف کالا باغ اور بیوروکریسی کے کل پرزوں نے صدر ایوب خان کو بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حکومت کی سرپرستی کا فائدہ اٹھا کر گلڈ کے زیرِ سایہ بہت سی خطرناک اور ناپسندیدہ شخصیات کی پرورش ہورہی ہے۔"24

جبکہ جالب کے نزدیک گلڈ کا قیام ہی صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ حکومت کو شعراءاور ادباء کی طرف سے حمایت حاصل ہو سکے۔جالب کی نظر میں پاکستان کے وہ شعراءاور ادباء مراعات یافتہ اور خوشحال ہوتے گئے جو آمریت پسند حکمرانوں کے دربار سے منسلک ہو گئے اور اس کے برعکس جو شعراءاور ادباء اپنا ضمیر فروش نہ کر سکے اور حق کے لیے آواز بلند کرتے رہے،ان کے حصے میں حکومت کی جانب سے سزائیں اور قید وبند کی صعوبتیں آئیں۔جالب لکھتے ہیں۔

"میرے شاعر دوست جن سے مجھے داد کی ضرورت تھی وہ خوفناک حد تک خود پسند اور آمریت پسند ہو گئے وہ اپنے کریئر کو بنانے والے کیریرسٹ تھے۔انہیں ایسا ڈھب آتا تھا کہ ہر دور میں ہی "ان" کے ہوتے تھے ایوب خان کے عہدے میں بھی یہی لوگ تھے۔"25

قدرت اللہ شہاب نے "شہاب نامہ" میں تقسیم سے قبل برِصغیر کے سیاسی وسماجی حالات وواقعات سے لے کر پاکستان بننے کے بعد جنرل ایوب خان تک کے سیاسی وسماجی حالات وواقعات کو بیان کیا ہے اور جب جنرل یحیٰ خان اقتدار پر مسلط ہو گئے تو انھوں نے سول سروس سے استعفیٰ دے دیا تھا۔

"جنرل یحییٰ کے اقتدار میں آتے ہی حالات نے کچھ ایسا رنگ اختیار کیا کہ میں سول سروس آف پاکستان سے استعفیٰ دے دیا۔عمر کے لحاظ سے اس وقت میری ملازمت کے ابھی آٹھ یا نویں برس باقی تھے۔"26

جبکہ اس کے برعکس حبیب جالب نے "،" جالب بیتی "" میں جنرل ایوب خان سے لے کر بے نظیر بھٹو کے دورِ حکومت تک کے سیاسی وسماجی حالات وواقعات کو بیان کیا ہے ۔جالب ؔ نے اپنے عہد کے تمام مارشل لاؤں کو اپنی داستانِ حیات کا حصہ بنایا ہے۔

حبیب جالب کا تعلق عوامی پارٹی سے تھا جو غریبوں اور محنت کش لوگوں کی نمائندہ جماعت تھی۔اس کے علاوہ جالب عملی سیاست سے قبل اور بعد میں بھی مختلف سیاسی اور سماجی تحریکوں اور آمریت کے خلاف ہونے والے جلسوں کا حصہ بنے جبکہ اس کے برعکس قدرت اللہ شہاب ایک بیوروکریٹ تھے،ان کا کسی بھی جماعت یا تحریک سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں تھا۔

حبیب جالب نے پاکستان کے تمام آمروں کے خلاف کی جانے والی مزاحمتوں اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والی تمام مشکلات کا خلاصہ اپنی آپ بیتی میں بیان کیا ہے۔جالب کے بارے میں زاہدہ حنا لکھتی ہیں۔

"وہ ہر آمر کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا اور ہر جابر کو اس کی طرف سے دھڑکا رہا۔وہ اس دھرتی کے ان لکھنے والوں میں سے ہے جن کا رشتہ اپنے لوگوں کے دکھوں اور سکھوں سے استوار رہا۔"27

جب ملک میں جنرل ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کیا تو حبیب جالب نے اس کی سخت مخالفت کی کیونکہ وہ پوری زندگی آمریت کے خلاف اور جمہوریت کے حق میں کھڑے رہے اور اس کا واضح ثبوت ہے کہ انھوں نے مادرِ ملت فاطمہ جناح اور جنرل ایوب خان کے مابین ہونے والے صدارتی انتخابات میں محترمہ فاطمہ جناح کا عملی طور پر ساتھ دیا ۔جبکہ قدرت اللہ شہاب بیوروکریسی کا حصہ ہونے کی وجہ سے ملک کے اندر لگنے والے مارشل لاء کے کاغذات کی تیاری میں مصروف تھے۔

قدرت اللہ شہاب اور حبیب جالب مزاج میں فرق رکھتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ دونوں یکساں مؤقف کے باوجود ایک دوسرے سے کوسوں دور لگتے ہیں۔مثلاًلوگوں کی بہتری ملکی اداروں کی اصلاح اور اس جیسے دوسرے امور میں دونوں کا موقف بالکل ایک جیسا محسوس ہوتا ہے مگر جالب کا مزاج ایک روایتی سیاست دان کا ہے جس کے لفظوں کی کاٹ کے آگے مخالفین کی ایک نہیں چلتی جبکہ اس کے برعکس شہاب کی سنجیدگی اور کم گوئی انہیں ممتاز رکھتی ہے۔

شہاب بیوروکریٹ تھے ۔انھیں حکومت کی طرف سے اعلیٰ عہدوں سے نوازا گیا جو یکے بعد دیگرے گورنر جنرل ملک علامہ محمد، سکندر مرزا اور جنرل ایوب خان کے سیکرٹری رہے۔اس کے برعکس جالب عوامی شاعر کی حیثیت سے ابھرے اور عوامی نیشنل پارٹی سے منسلک رہے۔جالب نے ذاتی طور پر عوامی تحریک کی صورت اختیار کی اور کبھی سیاست میں بدلتے ہوئے حالات سے خود کو وابستہ نہ کیا۔مصلحت کے تحت کبھی مزاحمت سے باز نہ آئے بلکہ حق کا ساتھ دیا اور نچلے طبقے کے مسائل سے منسلک رہے ۔ظاہر اصغر لکھتے ہیں۔

"حبیب جالب نے اپنے طبقے کے حقوق کے لیے عملی طور پر اپنا رول ادا کرنے کا عہد کیا تھا۔اس لئے وہ تنہا اس جنگ میں شریک تھے۔ان کا ہمنوا صرف ان کا طبقہ ہی تھا اور یہ طبقہ پاکستان کی اسی (80) فیصد آبادی پر مشتمل ہے۔"28

حبیب جالب اپنے وقت کے مزاحمتی اور انقلابی شاعر تھے۔انھوں نے شاعری کے ذریعے لاکھوں لوگوں کے سیاسی و سماجی شعور کو بیدار کیا جس کی وجہ سے عوام کا آمریت کے خلاف غصہ بڑھتا چلا گیا۔جالب حکومت کے خلاف ہونے والے جلسوں کے سر گرم رکن تھے۔حکومت ان جلسوں کو ناکام بنانے کے لیے عملی اقدام اٹھاتی جس کے باعث آپ کو متعدد بار جھوٹے الزامات لگا کر جیل میں ڈالا گیا۔اس کے برعکس شہاب نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور درمیانی روش اختیار کرتے ہوئے اپنی راہ اختیار کی۔ ان کی اس حکمتِ عملی کے باعث کبھی کوئی الزام ان پر عائد نہ کیا گیا اور نہ ہی جیل جانے کی کبھی نوبت آئی۔

قدرت اللہ شہاب نے "شہاب نامہ" میں نجی،ذاتی،روحانی، قلبی،خاندانی،معاشرتی،سیاسی،تاریخی،دفتری، قومی،ملکی،بین الاقوامی،علمی،ادبی اور نظریاتی حالات کے بیان کے ساتھ مشاہیر عالم اور مملکتوں کے سر براہان کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔اس کے برعکس "،" جالب بیتی "،" عوام کی خستہ حالی، پاکستانی حکمرانوں کے روّیوں اور مارشل لاء کے دوران ملک کی موجودہ صورت حال کا بیان ہے۔جالب کی ذاتی زندگی کو خارجی حالات کس طرح متاثر کر رہے تھے اس کا بیان نہیں ملتا۔

جالب نے اپنے باغیانہ روّیے کے باعث مختلف ادوار میں تقریباً ساڑھے سات سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں جس کا سبب ان کا براہِ راست اپنی شاعری کے ذریعے حکمرانوں کو بے نقاب کرنا تھا۔مختلف ایجنسیوں اور حکمرانوں کے ہاتھوں زدو کوب ہونے کے باوجود انھوں نے حرفِ صداقت نہ چھوڑا۔جالب عوام کی نمائندہ آواز بن کر ابھرے اور مسلسل بغاوت کرتے نظر آئے۔جالب لکھتے ہیں۔

"اور سب بھول گئے حرفِ صداقت لکھنا

رہ گیا کام ہمارا ہی بغاوت لکھنا"29

اس کے برعکس شہاب خود اس سسٹم کا حصہ ہونے کی وجہ سے حکومت کے خلاف اور عوام کے حق میں آواز بلند نہ کر سکے۔

جالب، جنرل ایوب خان کے دورِ آمریت کو مکمل طور پر سیاہ قرار دیتے ہیں جبکہ قدرت اللہ شہاب، جنرل ایوب خان کے دور کو مجموعی طور پر پاکستان کے لیے بہتر قرار دیتے ہیں،"شہاب نامہ" میں شہاب لکھتے ہیں۔

"فوجی حکومت کے آتے ہی خوف وہراس کی جو فضاء چھائی ،اس میں مارشل لاء نے چند سطحی لیکن دلچسپ گل کھلائے۔ذخیرہ اندوزوں اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والوں نے اپنی دکانوں کے پٹ کھول دیئے اور مخلوقِ خدا ٹڈی دل کی طرح ٹوٹ کر گری اور دونوں ہاتھوں سے سستے داموں مال واسباب خریدنے میں مصروف ہو گئی۔چند لوگوں نے ناجائز دولت سے بھرے ہوئے سوٹ کیس راتوں رات کھلے میدانوں میں جا پھینکے۔کروڑوں روپے کا پوشیدہ کالا دھن واجبی ٹیکس ادا کرنے کے بعد ظاہر ہو کر تجارت و صنعت گردش میں آ گیا۔"30

شہاب تمام تر کمزوریوں، خامیوں،ناکامیوں اور ادھورے پن کے باوجود ایوب خان کے دورِ حکومت کو بہتر قرار دیتے ہیں جبکہ حبیب جالب عوامی اور سیاسی دونوں لحاظ سے ہی جنرل ایوب خان کے دور کو پاکستان کا سیاہ دور قرار دیتے ہیں۔

جنگِ عظیم اول اور دوم کے عالمی سطح پر جو اثرات مرتب ہوئے ان کا بیان "شہاب نامہ" میں کیا گیا ہے جبکہ "،" جالب بیتی "،" ان حالات کے بیان سے خالی نظر آتی ہے۔" شہاب نامہ" میں برصغیر پاکستان کی تاریخ کے ساتھ عالمی جنگوں کے عالمی سطح پر مرتب ہونے والے حالات وواقعات کو بھی قلم بند کیا۔

"ڈیڑھ دو برس بعد جب جنگِ عظیم کا پاسہ پلٹنا شروع ہوا،اور برطانیہ کا پلہ بھاری دکھائی دینے لگا تو گاندھی جی نے بھی پینترا بدلا۔جس وقت برطانیہ شکست پر شکست کھا رہا تھا، گاندھی جی جنگ کے بائیکاٹ کا پرچار اس اصول کی بنا پر کر رہے تھے کہ جنگ وجدال اہنسا پرم دھرم کے منافی ہے لیکن لڑائی کا نقشہ بدلتے ہی اہنسا کا اصول بھی موم کے ناک کی طرح مڑ گیا۔"31

"شہاب نامہ" میں شہاب مارشل لاء کے خلاف لکھتے نظر آتے، جس طرح جالب اس کے خلاف بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔جالب نے اپنی مشہورِ زمانہ نظم "دستور" لکھی جس میں وہ حکومت کے خلاف مکمل بغاوت کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔

"میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے

میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے

کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے

ظلم کی بات کو ،جہل کی رات کو
میں نہیں مانتا میں نہیں جانتا"32

شہاب نامہ میں "1965" کے صدارتی انتخابات کا بیان تو ملتا ہے لیکن وہاں فاطمہ جناح کے خلاف ہونے والی سازشوں کا ذکر کھل کر نہیں کیا گیا جبکہ "'' جالب بیتی ''" میں "1965" کے صدارتی انتخابات کے تمام حالات و واقعات کھل کر بیان ہوئے ہیں۔ جالب، حکومتی سطح پر ہونے والی تمام سازشوں کو جو محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف کی گئی تھیں، ان سب کو بے نقاب کرتے نظر آتے ہیں کہ کس طرح مولانا بھاشانی نے محترمہ فاطمہ جناح کو دھوکا دے کر جنرل ایوب خان کی جیت کو یقینی بنایا۔ جالب اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"اگر مولانا بھاشانی نہ بکتا تو پاکستان میں آج جمہوریت ہوتی۔ مادرِ ملت تو مان ہی نہیں رہی تھیں کہ "میں ہار گئی ہوں"۔ مگر ان کے ساتھی بہت کمزور تھے ان میں چودھری محمد علی بھی شامل ہیں۔ اب ان کی ایجوکیشن سیاسی اور عملی نہیں تھی۔ ایوب خان کا عہد ایک بہت ہی خوفناک دباؤ کا عہد تھا ۔"33

جالب، جنرل ایوب خان کے دور کو بدترین قرار دیتے ہیں جس میں ادیبوں، شاعروں، وکلاء اور طلبا کو حق رائے کا آزادی سے اظہار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی مارشل لاء کے عہد کے خلاف کچھ لکھنے یا کہنے کی جسارت کرتا تو اسے سخت سزا دی جاتی۔ خود جالب بھی ان ہی وجوہات کی بنا پر سزا پا چکے تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"میں نے جس طرح ایوب خان کے عہد میں ابتر زندگی گزاری اور اپنی جدوجہد کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھا۔ یہ ایک بڑا جان لیوا واقعہ ہے۔ ایوب خان کا دور بہت خوفناک دور تھا۔ ایوب خان اپنے اقتدار کے لیے تمام غیر جمہوری اور غیر انسانی ہتھکنڈے استعمال کرتا رہا۔"34

اس کے برعکس قدرت اللہ شہاب ان تمام حالات و واقعات کو ایوب خان کے قریب رہنے کی وجہ سے محسوس نہیں کر سکے۔ جن مشکل حالات سے عوام ان کے دورِ حکومت میں گزر رہی تھی۔ وہ کہیں کہیں دبے الفاظ میں ان کا ذکر کرتے ہیں لیکن کھل کر نہیں۔

جنرل ایوب کے دورِ حکومت کا جب آخری وقت آیا اور وہ عوامی اور مختلف چلنے والی تحریکوں کے نتیجے میں جب استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گئے تو انہوں نے آخری وقت میں بھی ملکی سطح پر ایک غلط فیصلہ کیا اور اقتدار عبدالجبار جو کہ اُس وقت قومی اسمبلی کے سپیکر تھے ان کو دینے کے بجائے اقتدار یحیٰ خان کے حوالے کر دیا۔ یوں ملک پر ایک بار پھر فوجی اقتدار قائم ہوا اور رہی سہی جمہوریت بھی دم توڑ گئی۔ جالب اور قدرت اللہ شہاب دونوں ہی اس فیصلے کو انتہائی غلط قرار دیتے ہیں اور دونوں نے ہی اس کی مخالفت کی ۔ جالب لکھتے ہیں۔

" ایوب خان نے اس وقت کے سپیکر عبدالجبار کو اقتدار نہیں دیا تھا۔ وہ جاتے ہوئے بھی اقتدار فوج کو ہی دے کر گیا۔ جنرل یحیٰ خان اقتدار پر قابض ہوا۔ اگر ایوب خان اسپیکر کے حوالے اقتدار کر دیتا تو کچھ جمہوریت کا عمل شروع ہو جاتا۔"35

حبیب جالب عوامی اور ملکی سطح پر بات کرتے نظر آتے ہیں جبکہ اس کے برعکس قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی سیاست، سماج کے ساتھ ساتھ عالمی معاملات اور ان میں پاکستان کے کردار کو واضح کرتی نظر آتی ہے اور دوسرے ممالک کی تہذیب و ثقافت کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ شہاب لکھتے ہیں۔

"دوسری جنگِ عظیم میں شکست کے بعد جاپان کی ثقافت بظاہر امریکی اثرات کی زد میں آگئی تھی لیکن در اصل اس قوم کی روح اپنی قدیمی روایات اور اقدار کے جادہ سے ذرا بھی نہ بھٹکی تھی۔"36

"شہاب نامہ" اور" جالب بیتی" کے اسلوب میں ایک واضح فرق ان دونوں آپ بیتیوں میں بیان کیے گئے واقعات کی وجہ سے پیدا ہونے والے تاثرات کے حوالے سے ہے ۔ اس کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی "شہاب نامہ" زیادہ تر سیاسی تجربات اور سیاسی واقعات پر مشتمل ہے۔ پاکستان کی سیاست میں آنے والے اتار چڑھاؤ اور بے ربطی کا احساس ہمیں شہاب کی آپ بیتی میں زیادہ نظر آتا ہے جبکہ حبیب جالب کی آپ بیتی میں واقعات کو مختصر بیان کیا گیا ہے۔ "شہاب نامہ" میں واقعات کی ترتیب کم جبکہ "جالب بیتی" میں واقعات کو ایک خاص ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔

حبیب جالب پاکستان کی تباہی کا ذمہ دار بیوروکریسی کو سمجھتے ہیں کیونکہ اسی کی بدولت پاکستان میں بار بار مارشل لاء نافذ ہوا جبکہ شہاب، جالب کی اس بات سے متفق نظر آتے ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام تر حکمران اپنی ناکامیوں کا بوجھ ہمیشہ پوری بیوروکریسی پر ڈال دیتے ہیں حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ حکمرانوں کی نااہلی کے حوالے سے شہاب لکھتے ہیں۔

"اصلاحات کی ناکامی ہو یا کوئی دوسرا منصوبہ ٹوٹ پھوٹ کر بگڑ جائے، اس کی ذمہ داری ہمیشہ بیوروکریسی ہی کے سر تھوپی جاتی ہے۔ سیاستدان اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں اور محرومیوں کا الزام بیوروکریسی ہی پر لگاتے ہیں۔"37

قدرت اللہ شہاب، حبیب جالب کی طرح عوام میں مقبول تو نہ تھے مگر ایک امانتدار بیورو کریٹ کی حیثیت سے انھوں نے عوام کے مسائل کو سن کر ان کو حل بھی کیا کرتے تھے جیسے ایک دن سکینہ نامی لڑکی نے اپنی عزت ایک پیر سے بچانے کے لیے درخواست کی جس پر شہاب نے فوراً کارروائی کی۔اس کارروائی کے نتیجے میں سکینہ کی عزت تو بچ گئی لیکن پیر اور اس کی پگڑی کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا شہاب لکھتے ہیں۔

"معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ہم نے اسی رات اچانک سکینہ کے گھر پر چھاپہ مارا۔ سکینہ تو بچ گئی لیکن افسوس کہ وہ پگڑی ہمارے ہاتھ نہ آسکی جس کی ایک ایک سلوٹ میں ریاکاری اور سیاہ کاری کے سانپ لہرا رہے تھے۔"38

جبکہ حبیب جالب عوام کے حق کے لیے آواز تو بلند کرتے تھے لیکن اختیارات نہ ہونے کی وجہ سے عملی طور پر شہاب کی مدد نہ کر سکے۔

حبیب جالب ایک شاعر تھے اس لیے انھوں نے اپنے مؤقف اور نظریات کو بیان کرنے کے لیے شاعری کا سہارا لیا۔ بہت سے سیاسی حالات وواقعات کی پیش کش شاعری کے ذریعے کی۔"جالب بیتی" میں جابجا ہمیں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں۔اپنے مؤقف اور نظریات کو "جالب بیتی" میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"لاکھ کہتے رہیں ظلمت کو نہ ظلمت لکھنا
ہم نے سیکھا نہیں پیارے بہ اجازت لکھنا
نہ صلے کی نہ ستائش کی تمنا ہم کو
حق میں لوگوں کے ہماری تو ہے عادت لکھنا"39

جبکہ قدرت اللہ شہاب اپنے نظریات اور سیاسی حالات وواقعات کو نثری انداز میں ہی بیان کرتے ہیں۔اور اس میں بھی افسانوی رنگ اختیار کرتے ہیں۔شہاب اوّل درجے کے افسانہ نگار ہیں اور حقائق کو فکشن کے فنی اسلوب میں پیش کرنے کے ماہر بھی۔ڈاکٹر ناصر عباس نیر کا کہنا ہے۔

"شہاب نامہ" اردو کی ایک مشہور و مقبول خود نوشت سوانح ہے۔اس کی شہرت و مقبولیت کا اہم سبب اس کی "افسانویت" ہے یہ افسانویت واقعات میں بھی ہے اور اسلوب میں بھی اور قدرت اللہ شہاب کی شخصیت میں بھی۔"40

"شہاب نامہ" میں شہاب سیاسی و سماجی حالات واقعات کو طوالت سے بیان کرتے ہیں۔شہاب نے جس شخصیت یا واقعہ کو بیان کیا اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔جیسے شہاب ہندو مسلم فسادات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ابھی عبوری حکومت قائم نہیں ہوئی تھی، کہ کلکتہ کا ہولناک فساد برپا ہو گیا۔فساد کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے لارڈ ویول نے کلکتہ کا دورہ کیا، تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔وہ سپاہی پیشہ وائسرائے میدانِ جنگ کی نفسیات اور فنِ حرب کا تجربہ کار ماہر تھا۔اس کے فوجی ذہن نے بڑی آسانی سے یہ اندازہ لگا لیا، کہ کلکتہ میں ہندو مسلم فساد نہیں ہوا، بلکہ سول وار ہوئی ہے اور مسلمانوں کے جائز حقوق کو مزید پامال کیا گیا، تو سارا برصغیر ایک خوفناک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجائے گا۔"41

جبکہ جالب نے اپنی آپ بیتی میں تمام سیاسی و سماجی حالات وواقعات کو انتہائی اختصار سے بیان کیا ہے۔"جالب بیتی" میں جالب دوٹوک انداز اختیار کرتے ہوئے ہمیں طوالت سے دور دکھائی دیتے ہیں۔

دونوں شخصیات کی آپ بیتیوں میں اختلافات اور اشتراکات نظر آتے ہیں مگر ایک ہی ملک کے باسی ہونے کی وجہ سے عادات، خصائل زبان اور دیگر اوصاف انہیں ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیتے ہیں۔مجموعی طور پر شہاب اور جالب کے مزاج میں نمایاں طور پر فرق نظر آتا ہے جو ایک فطری عمل ہے۔سیاست دراصل ایک ایسا شعبہ ہے جہاں عمل کے ساتھ ساتھ الفاظ کے ذریعے عوام تک ان اقدامات کی رسائی کافی حد تک اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔اس حوالے سے پوری پاکستانی سیاست کی تاریخ میں حبیب جالب ان گنی چنی شخصیات میں شامل ہوتے ہیں جو اپنی زبان اور اپنے خطابانہ جوہروں کی بناء پر عوام کی ترجمانی کرنے اور اسے منظرِ عام پر لانے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جبکہ اگر دوسری جانب دیکھا جائے تو قدرت اللہ شہاب اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے کبھی بھی حکومت کے حوالے سے اپنے جذبات اور خیالاتِ افکار کا اظہار نہ کر سکے اور نہ ہی ان کی شہرت عوامی سطح پر اتنی تھی جتنی جالب کو حاصل تھی۔

"شہاب نامہ" اور "جالب بیتی" میں سیاسی شعور کا غلبہ سماجی شعور سے زیادہ نظر آتا ہے۔"جالب بیتی" میں سماجی شعور کی بنیادی وجہ ہے کہ وہ ایک عام انسان تھے اور عام لوگوں کے درمیان زندگی گزارتے تھے۔ان کا سماج کو دیکھنے اور سمجھنے کا نقطہ نظر باقی لوگوں سے مختلف تھا۔وہ لوگوں کے مسائل دیکھتے اور ان کو سمجھتے تھے جبکہ قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ عالمی معاملات اور ان میں پاکستان کے کردار کو واضح کرتی نظر آتی ہے۔

دونوں شخصیات اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کو لفظی شکل میں ڈھال کر اسے عوام الناس تک پہنچانے کے لیے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور دونوں آپ بیتی نگاروں نے اپنے خاندانی پسِ منظر اور طبیعت کے مطابق الفاظ اور واقعات کے چناؤ میں حکمت سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ دونوں حضرات نے اپنے عہد میں ہونے والے تمام سیاسی اور سماجی حالات کو اپنے فہم کے مطابق پیش کیا ہے۔ یہ دونوں تصنیفات اپنے عہد کی پوری داستان ہیں۔ شہاب اور جالب کا اندازِ بیان اگرچہ مختلف مگر مقصد ایک ہی تھا ۔

حوالہ جات

1۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2001ء)، ص1047

2۔ حبیب جالب، جالب بیتی (لاہور: طاہر سنز پبلشرز، 2013ء)، ص107

3۔ ایضاً، ص89

4۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص11

5۔ ایضاً، ص270

6۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص19

7۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص220

8۔ توقیر چغتائی، اختلاف کا شاعر (مضمون)، مشمولہ: حبیب جالب نمبر عالمی اردو ادب، جلد نمبر9 ، (دہلی: 1994)، ص26

9۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص16

10۔ ایضاً، ص87

11۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص673

12۔ ایضاً، 772

13۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص87

14۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص867

15۔ ایضاً، ص44

16۔ مختار زمن، "خوش درخشید" مشمولہ ذکر شہاب از احمد (مرتب) (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2006ء)، ص ۱۵

17۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص81

18۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص901

19۔ ایضاً، ص230

20۔ ایضاً، ص643

21۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص113

22۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص231

23۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص24

24۔ ایضاً، ص772

25۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص107

26۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص1077

27۔ زاہدہ حنا، یہ عشق نہیں آساں (مضمون)، مشمولہ عالمی اردو ادب، جلد نمبر 9 (1994ء)، ص28

28۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص19

29۔ ایضاً، ص19

30۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص839

31۔ ایضاً، ص269

32۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، ص59

33۔ ایضاً، ص79

34۔ ایضاً، ص102

35۔ ایضاً، ص113

36۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص997

37۔ ایضاً، ص740

38۔ ایضاً، ص501

39۔ حبیب جالب، جالب بیتی، ایضاً، 143

40۔ ناصر عباس نیر، جدیدیت سے پس جدیدیت تک (ملتان: کاروان ادب، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۳۲

41۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ایضاً، ص275